خاندانِ اجتہاد---ایک تعارف

ڈاکٹر امانت حسین نقوی، مشہور و معروف شخصیت ڈاکٹر الحاج سید رضا حسین نقوی رمزؔ کے فرزند اور خود بھی ایکیو پنکچر کے کامیاب ڈاکٹر ہیں ساتھ ہی اپنے والد کی طرح قومی مسائل سے بھی رابطہ رکھتے ہیں۔ آپ آل انڈیا علی کانگریس لکھنؤ کے صدر اور نور ہدایت فاؤنڈیشن کے اعزازی رکن ہیں قومیات میں بھرپور دخل رکھتے ہیں۔ اس مضمون نگار کو خانوادۂ دیوان ناصر علی ہی کے نمائندہ کے حیثیت سے نہیں بلکہ خانوادۂ ادارۂ اصلاح کھجوہ بہار بلکہ خود بہار کے نمائندہ کی حیثیت سے دیکھ کر اس مضمون کے مندرجات کو دیکھنا مناسب ہوگا۔ مؤسسۂ نور ہدایت کو موصوف سے بڑی امیدیں ہیں۔

ادارہ

خاندان اجتہاد وہ خاندان ہے جس کے چشم و چراغ گذشتہ آٹھ نسلوں سے ہندوستان بلکہ برصغیر کی علمی، مذہبی، ادبی اور معاشرتی فضا کو متاثر کرتے رہے ہیں۔ یہی خاندان تھا جس کے مورث اعلیٰ نے ہندوستان میں اجتہاد کی بنیاد ڈالی۔ غفران مآبؒ کی دعا تھی کہ میرے خاندان میں تا قیام قیامت اجتہاد باقی رہے جو کم سے کم آج کی تاریخ تک حرف بہ حرف صحیح ہوتی نظر آتی ہے۔ انہوں نے ہی ہندوستان میں پہلی بار نماز جمعہ و نماز جماعت کا قیام کیا اور برصغیر کی عزاداری کو وہ شکل دی جو آج نظر آتی ہے۔

جیسا کہ ماضیٔ قریب میں میرے عزیز مولانا جابر جوراسی صاحب نے ماہنامہ اصلاح کے مرجعیت نمبر میں حضرت غفران مآبؒ کی تعریف و توصیف میں ایک مضمون مولانا محمد حسین نوگانوی ڈاکٹر امانت حسین نقوی، صدر آل انڈیا علی کانگریس، لکھنؤ

کا شائع فرمایا ہے جس میں مولانا آغا روحی صاحب کے اجداد میں سے علامہ کنتوری کا بیان بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

''آپ کی ولادت شب جمعہ ۱۱۶۶ھ میں بمقام نصیر آباد ضلع رائے بریلی میں ہوئی، ورثۃ الانبیاء میں ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو اس مکان میں ایک نور ساطع ہوا۔ 'نجوم السماء' میں ہے کہ ابتداء میں کتب علوم عقلیہ فضلائے ہند مثلاً سندیلہ میں ملا حیدر علی پسر ملا حمد اللہ سندیلوی سے اور الہ آباد میں رہ کر سید غلام حسین دکنی سے پڑھیں پھر رائے بریلی میں مولوی باب اللہ شاگرد ارشد ملا حمد اللہ ممدوح سے پڑھیں۔ اور پھر فیض آباد ہوتے ہوئے لکھنؤ تشریف لائے اور نواب سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خان صاحب کی امداد سے براہ سندھ زیارات مشاہد مقدسہ سے مشرف ہو کر کربلائے معلیٰ میں آقا باقر بہبہانی اور آقا سید علی طباطبائی اور آقا سید مہدی موسوی شہرستانی سے اور نجف اشرف میں حضرت بحر العلوم آقا سید مہدی طباطبائی یزدی سے تحصیل علوم فقہ و حدیث واصول فقہ وغیرہ فرمایا اور ۱۱۹۴ھ میں زیارت مشہد مقدس سے مشرف ہوئے اور وہاں جناب سید مہدی بن سید ہدایت اللہ اصفہانی کی خدمت میں رہ کر کسب افادات فرمایا اور انہیں بزرگوں نے اجازہ ہائے اجتہاد دئے اور ہندوستان تشریف لائے۔ آپ کا فضل و کمال و علو مرتبت و اجلال بیان سے باہر ہے۔ فقط یہی کافی ہے کہ ہندوستان میں دین اسلام آپ کے ہی وجود ذیجود سے پایا جاتا ہے 'شذور العقیان' میں ہے کہ آیت اللہ فی العلمین الذی احی الدین فی الدیار الھند وطمس آثار البدع والجاھلیۃ مولانا السید دلدار علی

النصیرآبادی"

اہل علم پر کیا جہلا پر بھی آپ کا احسان ہے جیسے حضرت علیؑ کی شمشیر آبدار نے سرکشان عرب کو زیر کردیا اور لات وعزیٰ ومنات تینوں کو طاق ہائے حرم سے منھ کے بل گرادیا ایسے ہی ہندوستان میں اگرچہ برائے نام تشیع تھا مگر کہیں نشہ بھنگ نوشی، کہیں احمد کبیر کی گائے، کہیں سدو کا بکرا، کہیں میراں جی کے گلگلے ہوتے تھے یہاں بھی دلدار علیؒ کی سیف قلم نے ہندوستان کہ جو کفر ستان تھا، دارالایمان بنادیا۔ آپ کے اس خلوص کا اثر ہے کہ جو جابجا اس زمانہ پرآشوب میں پھر کر، دشمنوں میں رہ کر، عرب وعجم کا سفرِ دور دراز کرکے، علوم دینیہ حاصل کر کے تحت قبہ ابی عبداللہ الحسینؑ جو دعا مانگی تھی کہ میری اولاد میں تاظہور قائم آل محمد علم دین قائم رہے سو بحمداللہ اب تک ہے اور انشاء اللہ رہے گا اور آپ کا خاندان 'خاندان اجتہاد' کے نام سے قائم ہوگیا......

اخبار امامیہ لکھنؤ میں علامہ کنتوری کا مضمون چھپا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی شیعہ جاہل ہو یا عالم انکار نہیں کرسکتا کہ جناب غفران مآب علیہ الرحمہ نے اپنی جان جوکھم اٹھا کر عراق سے اجازہ اجتہاد لائے اور روسائے اودھ کو رام کر کے دین حق کی اشاعت میں لاکھوں روپیہ خرچ کراکے ہزارہا نہیں تو صدہا علمائے دین بنائے بلاتشبیہ ہندوستان میں اس ہمارے ہادی دین نے وہ کام کیا جو مدینہ میں ان کے جد نامدار نے۔ میرے ایک بزرگ رسول پوری جو آپ کے سفر عراق میں رفیق تھے ان کی چشم دید حکایت جس کو ہمارے بزرگان خاندانی ہمیشہ ورد زبان رکھتے تھے کہتے ہیں کہ جب ہم کو نجف اشرف میں ماہ صیام کی شب قدر ہوئی تو جناب غفران مآبؒ نے ہم کو اعمال شب قدر پڑھائے اور خود بھی پڑھے اور احیاء شب قدر کیا اور فرمایا کہ دیکھو جب ایک عمودِ نور قبۂ مبارک سے لے کر آسمان تک نظر آئے تو وہی علامت شب قدر کی پوری ہے اور استجابتِ دعا کا وہی وقتِ موعود ہے اگر میں سوجاؤں تو مجھے جگادینا اور تم سوجاؤ گے تو میں تم کو جگادوں گا، اتفاقاً جناب غفران مآبؒ کی آنکھ لگ گئی اور وہ نور سید صاحب کو نظر آیا تو فوراً جناب غفران مآبؒ کو جگادیا آپ نے فوراً وضو فرمایا اور مصروف دعا ہوئے اور یہ بھی دعا کی کہ خداوند! بحق صاحبِ قبر، میری اولاد سے تاقیامت علم دین نہ جائے یہ دعا ایسی مستجاب ہوئی کہ جس کا اثر قیامت تک کے لئے آپ کی اولاد میں انشاء اللہ تعالیٰ باقی رہے گا اور ہمارا ایمان اسی پر ہے۔ سید صاحب نے دعا کی خداوندا! رسول پور میں بارہ پٹی میں سوائے میری پٹی کے اور کوئی شریک نہ رہے جناب غفران مآبؒ نے ایک دوہتڑان کو مارا کہ اے کم بخت یہ کیا دعا مانگی۔ سید صاحب بولے تم زمینداری کا مزہ کیا جانو۔ ملا آدمی لڑکے پڑھانے کا تم کو مزہ ہے زمینداری کی جڑ پتال میں ہوتی ہے جیسے دوب کی جڑ۔۔۔۔۔۔ اس خاندان ہدایت کے دشمن بدخواہ اور ہمیشہ روسیاہ رہیں گے۔......................

آپ نے ۱۹؍رجب ۱۲۳۵ھ میں بادشاہ اودھ غازی الدین حیدر (کے عہد) میں انتقال فرمایا اور اپنے امام باڑہ میں دفن ہوئے۔

[غیبت حضرت حجتؑ وخدمات مرجعیت نمبر ماہنامہ اصلاح، لکھنؤ۔]
جون تا اگست ۲۰۱۲ء بہ ادارت مولانا سید محمد جابر جوراسی صاحب")

اسی خاندان کے علماء تھے جنہوں نے ہندوستانی عوام کو مذہب اور عزاداری کی طرف مائل کیا۔ انہیں کا اثر ورسوخ تھا کہ شاید ہندوستان میں پہلی بار نوابین نے عالی شان محل تعمیر کرنے کی جگہ امام بارگاہیں اور مسجدیں بنوائیں۔ جن پر لکھنؤ اور دیگر مقامات کو آج بھی ناز ہے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ لکھنؤ سے اٹھنے والی 'یاحسینؑ' کی صدا نے تمام ہندوستان کی فضا کو معطر کردیا۔ یہاں سے تعزیہ داری کا رواج جو قائم ہوا تو گوالیر، کلکتہ، بہار اور گولکنڈہ کی طرح سیکڑوں جگہ کے ہندو تعزیہ رکھنے لگے۔ یہاں کے مدرسوں اور علمی ماحول کا اثر تمام ہندوستان کے علمی، مذہبی، ادبی، اور معاشرتی ماحول پر پڑا۔ یہاں تہذیب کی جو بنیاد ڈالی اس کی جھلک آج بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔

خاندان غفران مآبؒ کے افراد کی کاوشیں اور کامیابیاں

قربانی اور ایثار کے بنا حاصل نہیں ہوسکتی تھیں۔ ایک نواب ان کے وعظ میں یہ کہتے ہوئے شامل ہوئے کہ اگر شراب کے خلاف بولے تو گلا کاٹ دوں گا۔ جان کا خوف ہوتا تو شراب کے خلاف بولنے سے پرہیز کرتے لیکن بولے اور نتیجہ یہ ہوا کہ نواب نے شراب نوشی سے نہ صرف توبہ کرلی بلکہ ان کی نظر میں آپ کی عزت بہت بڑھ گئی۔ اس کے بعد پشت در پشت اسی خاندان کے علماء نوابین اودھ کے سرپرست خاص رہے۔ یہی سرپرستی و نگرانی سبب بنے لکھنؤ کے عالی شان امام باڑوں اور مسجدوں کی تعمیر کا۔

بیگمات نے امام زمانہ کی چھٹی منانا شروع کی تو انہیں علماء نے فتویٰ دے دیا کہ یہ حرام ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ توپ کے سامنے باندھ کر اڑا دینے کا حکم صادر ہو گیا لیکن حق کی آواز بدستور اٹھاتے رہے۔ آخر حالات ایسے ہوئے کہ نواب کو اپنا حکم واپس لینا پڑا۔ انگریزوں نے ''پھوٹ ڈالو اور راج کرو'' والی سیاست پر عمل کرنا چاہا تو انہیں علماء کے فتووں نے اودھ کے ہندوؤں اور مسلمانوں کو جوڑ رکھا یہاں تک کہ ۱۸۵۴ء سے ۱۸۵۵ء میں ہی ایودھیا میں مسجد، مندر جھگڑا پیدا کرنے کی کوشش کی گئی لیکن خاندان کے علماء نے فرنگی محل کے علماء کے ساتھ مل کر اس کوشش کو بھی ناکام کر دیا۔

وطن پرستی ایسی کہ انگریزوں کو بھی معلوم تھا کہ یہی وہ دہلیز ہے جہاں سے جڑے رہنے کے سبب عوام انگریزوں کی موجودگی برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔ بیگم حضرت محل نے تلوار سنبھالی تو ان کی مختصر سی سپاہ جہاد کا فتویٰ اسی خاندان کے علماء سے لے کر نکلی۔ نتیجتاً ۱۸۵۷ء کے غدر میں سارے ہندوستان میں انگریزوں کو سب سے بھاری نقصان اودھ میں ہی اٹھانا پڑا۔

آخر انگریزوں کی فتح ہوئی تو اودھ میں سب سے بڑی قربانی ایک بار پھر اسی خاندان کے افراد کو دینی پڑی۔ غفرانمآبؒ امام باڑے سے فرنگی محل پھاٹک تک مکانوں کا سلسلہ تھا جسے خاندان کے افراد آباد کئے تھے۔ انگریزوں کے ظلم کے آگے بہت سے افراد کو در بدر ہونا پڑا، نوبت یہاں تک آ گئی کہ انگریزوں نے تمام مکانات گرا کر اس پر اپنی مہارانی کی یاد میں وکٹوریا اسٹریٹ بنا ڈالی۔

ان سب مظالم کے باوجود حق کے لئے آواز اٹھتی رہی اور اتحاد کا پیغام دیا جاتا رہا۔ انگریزوں نے آصفی مسجد کو گھوڑوں کا اصطبل بنایا تو اسی خاندان کے علماء تھے جنھوں نے مقدمہ لڑا اور آخرکار لندن تک گئے جہاں انہیں کامیابی ملی اور مسجد میں دوبارہ نماز قائم ہوئی اور ساتھ ہی ٹیلے والی مسجد کو بھی چھڑوا کر اہلسنت کی نماز قائم کروائی۔ آزادی کی لڑائی میں بھی اس خاندان کے علماء مستقل کوشش کرتے رہے۔

اودھ پر قبضہ جما لینے کے بعد 'پھوٹ ڈالو اور راج کرو' کی سیاست پر زور و شور سے عمل شروع ہو گیا۔ خاندان کے علماء کے سامنے نام نہاد علماء کٹھپتلی بنا کر کھڑے کر دیئے گئے، یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ یہ ایسے افراد تھے جو علم بھی رکھتے تھے، ذاکری بھی کرتے تھے لیکن مادیت میں ایسے گرفتار تھے کہ انگریزوں کی مرضی کے حساب سے حکم سناتے تھے اور ان کی حکومت کے استحکام کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ حکومت کے ان دلالوں نے لکھنؤ کی علمی اور مذہبی فضا کو ہر ممکن نقصان پہنچایا اور آج بھی پہنچا رہے ہیں۔

خاندان اجتہاد کے علماء و مراجع جہاں برصغیر میں علمی قیادت کر رہے تھے وہیں تمام علوم و فنون میں تصانیف کے ہمراہ اپنے اعمال و کردار سے بھی رہبری کا کام انجام دیتے رہے ساتھ ہی مدرسوں، کتابخانوں، مسجدوں، امامباڑوں، مسافر خانوں، میتوں کے لئے غسل خانوں اور نیز دوسرے فلاحی کاموں کو اس طرح انجام دیا کہ آج تک ان کے اور ان کے اثرات کے فیوض جاری ہیں۔

آج کا خاندان اجتہاد

حضرت غفران مآبؒ کی دعا کہ ان کی نسل میں ''قیامت تک علم باقی رہے'' میں اتنی تاثیر تھی کہ آج آٹھ، نو نسلیں گذر جانے کے بعد بھی اس دعا کا اثر دیکھا جا سکتا ہے۔ عالیجناب آیۃ اللہ مولانا کاظم نقوی، اللہ انہیں طویل عمر عطا کرے، آج

ہندوستان میں شیعوں کے سب سے بڑے عالم اور قابل تقلید مجتہد ہیں۔ نجف اشرف میں سالہاسال تحصیل علم میں گزارنے کے بعد وہ ہندوستان واپس آئے تو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے منسلک ہو گئے جہاں سے تھیالوجی ڈپارٹمنٹ میں ڈین کے عہدے پر رہتے ہوئے سبکدوش ہوئے۔ اپنے بڑے بھائی سیدالعلماء سید علی نقی نقوی کی طرح مولانا کاظم نقوی کو بھی تقریر اورتحریر دونوں پر قدرت حاصل ہے۔انہوں نے کئی کتابیں تحریر کیں،جن میں زیادہ ابھی منظرعام پرآنا باقی ہیں۔

خاندان کی ایک اور فرد جنہیں اللہ نے نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر میں عزت سے نوازا وہ مفکر اسلام مولانا ڈاکٹر کلب صادق نقوی صاحب ہیں۔ ہندوستان میں قوم کے افراد کی بدحالی ڈاکٹر کلب صادق صاحب کو بیٹھنے نہیں دیتی،علم کی طرف عوام کو راغب کرناان کا مستقل شیوہ ہے۔ یہی سبب ہے کہ انہوں نے یونٹی پبلک اسکول اور مدینۃ العلوم جیسے ادارے بنا کر قوم کے سپرد کردیئے جہاں سے مستقل طور پر قوم کے بچوں کو علم دیا جارہا ہے۔ صحت کے میدان کو بھی ڈاکٹر کلب صادق نے اچھوتا نہیں رہنے دیا۔لکھنؤ ارا میڈیکل کالج ان کی کاوشوں کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ اس کے قیام کے لئے ان کی کوششوں کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے سالہا سال دنیا کے گوشے گوشے میں گھوم کر کالج کے قیام کے لئے مدد فراہم کی اور آخر کار آج اتنا بڑا اسپتال قائم ہو گیا۔توحید المسلمین ٹرسٹ دنیا بھر کے مومنین سے پیسہ اکٹھا کر کے ہندوستان میں غریبوں کے علاج اور تعلیم پر خرچ کررہا ہے۔

مولانا کاظم نقوی کے چھوٹے بھائی عالیجناب آیۃ اللہ مولانا باقر نقوی دبئی میں مقیم ہیں اور وہاں رہتے ہوئے فروغ علم اور تدریس کی ذمہ داری نبھارہے ہیں۔ ہندوستان میں قوم کے معاشی حالات کوسدھارنے کے لئے آپ بھی حتی الامکان کوشاں رہتے ہیں۔مولانا باقر نقوی کو بھی تحریر اور تقریر دونوں پر قدرت حاصل ہے۔آپ کی کئی کتابیں منظرعام پرآچکی ہیں،اور عربی و اردو میں بہت سی کتابیں غیرمطبوعہ ہیں۔

سیدالعلماؒء کے فرزند ڈاکٹر علی محمد نقوی غفران مآبؒ سے ساتویں پشت میں ہیں۔ ان کا شمار اس وقت ہندوستان اور پاکستان کے بڑے دانشوروں اور مذہبی اسکالروں میں کیا جاتا ہے۔ان کی بے شمار کتابیں نہ صرف انگریزی اور فارسی میں بلکہ دنیا کی کئی بڑی زبانوں میں چھپی ہیں۔ ان کی کتابیں تہران یونیورسٹی کے درس کا حصہ ہیں،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تھیالوجی ڈپارٹمنٹ میں آپ اس وقت ڈین ہیں۔آپ کی آمد نے اس ڈپارٹمنٹ کی فعالیت میں کئی گنا اضافہ کردیا اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا یہ ڈپارٹمنٹ سیمیناروں اور مذہبی پروگراموں کی سرگرم آماجگاہ بنا ہوا ہے۔

خاندان غفران مآبؒ کے چشم و چراغ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا کلب جواد بلاشبہ پورے ہندوستان میں شیعوں کے قائد کے طور پر جانے اور مانے جاتے ہیں۔آپ ایک اچھے ذاکر اور ایک اچھے حق پرست عالم ہیں جو قومی امور سے متعلق معاملات پر مستقل پیش پیش رہتے ہیں۔ اسلام دشمن عناصر کی قوم میں انتشار پیدا کرنے اور انگریزوں کی 'بانٹو اور راج کرو' کی سیاست کی پیروی کی ہر ممکن کوشش کے باوجود آپ آج بھی ہندوستان میں قائد ملت کے خطاب سے جانے جاتے ہیں۔ آپ نے تحریری میدان میں بھی قدم رکھا اور آپکی چند کتابیں منظرعام پرآئیں ہیں۔آپ نے اپنے والد کی قائم کردہ مجلس علماء ہند کو مزید قوت بخشی یہاں تک کہ آپکی دعوت پر اس تنظیم سے جڑے علماء اور خطباء، ملک کے کونے کونے سے اکٹھا ہوجاتے ہیں۔آپ نہ صرف امام جمعہ مسجد آصفی ہیں بلکہ خطیب منبرغفران مآبؒ بھی ہیں۔

قائد ملت ایک اچھے انشاپرداز ہیں،ان کے لئے فاضل نبیل چودھری سبط محمد نقوی کا ایک جملہ بہت کافی ہے کہ ''لکھنؤ میں کلب جواد سے گٹھی اردو لکھنے والا کوئی نہیں ہے آپ کے کئی عنوانوں کے تحت مستقل مضامین کئی سال ہندوستان کے سب سے کامیاب اخبار یعنی روزنامہ ''راشٹریہ سہارا'' اردو میں ایسے

صفحہ پر چھپتے رہے جنہیں پوری دنیا میں پڑھا گیا اور پسند کیا گیا۔

مولانا کلب جواد کے برادر نسبتی پروفیسر مولانا سید حسین کمال الدین اکبر جاوید جائسی الہ باد یونیورسٹی کے شعبۂ قانون سے جڑے رہنے کے ساتھ ایک اچھے ذاکر منبر رسولؐ بھی ہیں۔ آپ اپنی ایمان داری اور صاف گوئی کے لئے جانے جاتے ہیں جو وقف بورڈ کے چیرمین بننے کے بعد آپ کے فیصلوں سے عیاں ہے۔ آپکا شمار شہر الہ آباد کی باعزت اور باعلم ہستیوں میں ہوتا ہے۔

سید العلماءؒ کے نواسے مولانا تقی حیدر نقوی دلی میں مقیم ہیں اور وہاں کے نامور سماجی کارکن، صحافی اور ادیب سید محمود نقوی مرحوم کے فرزند ہیں۔قم سے تعلیم حاصل کر کے واپس آنے کے بعد سے آپ دفتر ولی فقیہ سے وابستگی کے سبب ہندوستان بھر کے علماء سے جڑے ہیں اور ملک بھر کے قومی اور مذہبی اجلاس میں شامل رہتے ہیں۔

ڈاکٹر کلب صادق کے فرزند ڈاکٹر کلب سبطین نوری نے قلم کا میدان سنبھال رکھا ہے۔آپ کئی کتابیں تحریر کر چکے ہیں اور حال ہی میں ڈاکٹریٹ مکمل کر کے تدریس کے میدان میں آنے کی تیاری میں ہیں۔ڈاکٹر کلب صادق کے چھوٹے صاحبزادے سید کلب مہدی نقوی عرف منتظر، قرآن مجید کا ہندی میں ترجمہ کر رہے ہیں جو آخری مراحل میں ہے اور جلد ہی نظروں کے سامنے آئے گا۔

مولانا کلب جواد کے بھانجے مولانا عاکف زیدی، قم ایران میں اعلیٰ درجے کی دینی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہیں۔ آنے والے وقت میں ہندوستان کی عوام آپ کی صلاحیتوں سے یقیناً فیضیاب ہوگی۔مولانا کمال الدین اکبر کے فرزند اور ڈاکٹر علی محمد نقوی کے داماد بھی قانون اور مذہب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اب تحصیل علوم دینیہ کے لئے ایران تشریف لے گئے ہیں۔آنے والے وقت میں ہندوستان میں خاندان بلکہ دارالعلوم جائس کی وراثت کو آگے بڑھانے کی تیاری کرر ہے ہیں۔

ہندوستان میں ہی نہیں پاکستان میں بھی اس خاندان کے علماء قومی خدمت انجام دینے میں مشغول ہیں۔ ان میں سرِ فہرست افراد میں علامہ نصیر اجتہادی کے بعد پاکستان کے نامور شاعر اقبال جائسی کے فرزند اور علامہ سید کلب احمد مانی جائسی کے پوتے مولانا حسن ظفر نقوی صاحب کا نام آتا ہے جو پاکستان کے مقبول ترین علماء میں سے ہیں تحریر اور تقریر دونوں میں ان کی خدمتیں ہیں۔مولانا نصیر اجتہادی بھی پاکستان کے ایک بڑے عالم اور مقرر و خطیب تھے جو قومی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔

صحافت کے میدان میں

خاندان غفران مآبؒ سے جڑے افراد نہ صرف مذہبی علم میں بلکہ مختلف دوسرے شعبوں میں کامیابی کی منزلوں پر گامزن ہیں۔ ہندوستان میں صحافت کے میدان میں یہ خاندان خاصہ سر گرم تھا اور ہے۔

غفران مآبؒ کے بیٹوں کے عہد سے اب تک اس خاندان کے علماء وادباء نے کئی پریس قائم کئے اور سو سے زیادہ ماہنامے، جرائد اور اخبارات نکالے۔

سید حسین افسر نقوی لکھنؤ میں قوم سے تعلق رکھنے والے صحافیوں کی فہرست میں سب سے بزرگ اور سینیر صحافی ہیں۔ آپ نہ صرف خود بڑے صحافی ہیں بلکہ لکھنؤ میں بہت سے صحافی انہیں اپنا استاد تسلیم کرتے ہیں۔موجودہ وقت میں آپ 'آگ اخبار' کے فیچرس ایڈیٹر ہیں۔آپ کی دونوں بیٹیاں بھی صحافت کے میدان میں حجاب کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔

شکیل حسن شمسی بھی اسی خاندان سے وابستہ ہیں اور ملک کے بڑے صحافیوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ دوردرشن سے کئی سال تک وابستہ رہنے کے بعد آپ کچھ سالوں تک اردو اخبار 'راشٹریہ سہارا' سے جڑے رہے۔موجودہ وقت میں آپ اردو اخبار روزنامہ ''انقلاب'' کے گروپ ایڈیٹر ہیں موجودہ دور کے مسائل

سے متعلق آپ کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ حالات حاضرہ پر آپ کی دقیق نظر ہے صحافت کے ساتھ اچھے شاعر اور اینکر بھی ہیں۔ آپ کے فرزند بھی الیکٹرانک جرنالزم میں قدم رکھ چکے ہیں۔

سید العلماءؒ کے نواسے سید عزیز حیدر گذشتہ سترہ سالوں سے انگریزی صحافت سے جڑے رہے ہیں۔ کئی برسوں تک آپ کے مضامین ہندو، ہندستان ٹائمس، ہندو بزنس لائن، ٹربیون، بزنس ورلڈ ، ہائی ٹائم، دینک جاگرن وغیرہ اخباروں اور اندرماں، انڈیا ٹوڈے پلس، لائف واچ، حدیث دل جیسے اخبارات و جرائد میں جگہ پاتے رہے ہیں۔ حال میں آپ ریل نیوز انٹرنیشنل (آر، این، آئی) نیوز ایجنسی میں ایسوسیٹ ایڈیٹر ہیں جس کے ذریعہ آپ کے مضامین ملک بھر میں انگریزی، ہندی اور اردو کے ۸۰ ر سے زیادہ اخباروں میں چھپتے رہتے ہیں۔ آپ اب تک نو کتابیں لکھ چکے ہیں۔ سید العلماءؒ کے قائم کردہ ادارے 'یادگارِ حسینی' کے آپ سکریٹری ہیں جس کے تحت آپ نے ردّ وہابیت، قاتلان حسینؑ کا مذہب اور شہید انسانیت جیسی کتابوں کو شائع کیا۔ آپ اعلیٰ صحافتی معیار برقرار رکھنے والے ایماندار صحافی کے طور پر جانے جاتے ہیں۔

سید محمد مہدی (عرفی) خاندان اجتہاد سے جڑے صحافیوں کی فہرست کو مزید پرنور بناتے ہیں۔ آپ اردو صحافت میں اپنے اعلیٰ رپورٹنگ معیار کے لئے جانے جاتے ہیں، آپ لکھنؤ کے کئی بڑے اخباروں سے وابستہ رہے ہیں یہی سبب ہے کہ لکھنؤ کے صحافی حلقوں میں مقبول ہیں۔ فی الوقت آپ اردو روزنامہ 'قومی خبروں' سے وابستہ ہیں۔

حضرت غفران مآبؒ کی اولاد میں مولانا سید حسن نقوی مرحوم کے فرزند حسین اختر نقوی کا نام بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا جو الیکٹرانک جرنلزم سے گذشتہ قریب پندرہ برسوں سے جڑے ہیں۔ اس دوران آپ ٹائمس ناؤ، سہارا، نیوز ایکس، آج تک اور کئی دوسرے ٹی وی نیوز چینلوں سے جڑے رہے۔ جناب ساغر خیامی مرحوم کے تینوں فرزند ممبئی میں رہتے ہوئے میڈیا کے مختلف شعبوں سے جڑے ہیں اور کامیابی سے ہمکنار ہیں۔

خاندان غفران مآبؒ کے افراد صحافت کے علاوہ علمی، ادبی اور معاشرتی حلقوں میں اپنے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ سب کا ذکر کر پانا یہاں ممکن نہیں۔



رباعی

دنیا میں ولی ابن ولی آئے ہیں
یا مالکِ آیاتِ جلی آئے ہیں
عباسؑ تو کہتے رہے عباسؑ ہوں میں
دنیا یہی سمجھی کہ علیؑ آئے ہیں

حسینی شاعر جناب ظفر عباس نقوی فضل اجتہادی

(صفحہ ۱۶ ر کا بقیہ [نگارشات])

بھائی بھی دست شفقت پھیریں گے۔ اس کو منجھلے بھائی کی بھی نگاہ رحمت سے دیکھیں گے۔

آخر میں نگاہ یہیں پر جا کر ٹھہرتی ہے کہ پہلے اپنی قومی زندگی کی تشکیل کیجئے یعنی اپنی ہستی کو قائم کیجئے مگر یہ کس طرح ہو، جبکہ ہمارے یہاں ہر جمع کی کوشش تفریق کا نتیجہ بخشتی ہے، اداروں کی کثرت نے ہمارے خواب قومیت کو پریشان کر رکھا ہے۔

قوم کے لئے متحد جمعیت، متحد آواز، متحد مقصد کی ضرورت ہے۔ شاید اسی لئے آل پارٹیز کانفرنس منعقد کی جارہی ہے۔ خدا کرے یہ واقعی ''آل پارٹیز'' ثابت ہو۔ اس کانفرنس کے متعلق میں اپنے خیالات کا تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ کسی آئندہ اشاعت میں اظہار کروں گا۔ والسلام

[ماخوذ از سرفراز، لکھنؤ، سرفراز ڈے نمبر، یکم جنوری ۱۹۴۰ء ص ۲ ر]

